۵۴واں باب

بنو ہاشم کی پشت پناہی

۴۶ ابو طالب کا بنو ہاشم کو محمد ﷺ کی حمایت کے لیے تیار کرنا

۴۸ ابو طالب کا مشہور قصیدہ

۵۲ جب مشرکین قریش اپنے مسلمان رشتہ داروں کے محافظ بن گئے

۵۳ نبی کریم ﷺ کی حرم میں روزانہ تلاوت

۵۵ کسی صحابی کی حرم میں پہلی با آوازِ بلند تلاوت

۵۴واں باب

بنو ہاشم کی پشت پناہی

مقاطعہ سے قبل بنو ہاشم کا اتحاد اور ابو طالب کا نبی ﷺ کی حفاظت کو مشن بنالینا

اس باب میں ہم اقامتِ اسلام کے مکی دور کے اُن متفرق واقعات کا ذکر کریں گے جو یقیناً عوامی دعوتی مہم کے بعد مقاطعہ [۲۷] شِعْبِ ابی طالب سے قبل اغلباً سن ۵ اور ۶ نبوی میں واقع ہوئے تھے۔ اس دور کا سب سے اہم واقعہ جناب ابو طالب کا نبی ﷺ کی پشت پناہی کو اپنا مقصدِ زندگی بنالینا تھا اور اس کے لیے آپ نے بنو ہاشم کو آمادہ و تیار کیا، جذباتی اشعار کہے اور اُن کو پشت پناہی کے لیے جوش دلایا۔ اس باب میں تمام مذکور واقعات وہ ہیں جن کا بنیادی ماخذ ابن سعد/ابن ہشام ہیں، تمام واقعات مشہور و معروف ہیں اور اکثر سیرت نگاران کو نقل کرتے آئے ہیں۔ یہاں ایک خاص زمانی ترتیب میں اِن واقعات کا درج ہونا اور اسی ترتیب میں نازل ہونے والے قرآن کے بیان کے ساتھ ایک سہل طریقے سے عمدہ اور عمیق فہمِ سیرت و قرآنِ مجید حاصل ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

ابو طالب کا بنو ہاشم کو محمد ﷺ کی حمایت کے لیے تیار کرنا

نبی کریم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تبلیغ کا آغاز کیا تو اس وقت آپ کی قوم نے نہ تو نفرت کا اظہار کیا اور نہ ہی آپؐ سے دوری اور علیحدگی اختیار کی اور نہ ہی آپ کا انکار کیا، البتہ جب ان کے بتوں کا ذکر کیا گیا، ان پر نکتہ چینی کی گئی اور ان کی حقیقت کو واضح کیا گیا تو پھر آپ کی قوم اس معاملے میں سنجیدہ ہوئی اور اس کو اہمیت دی۔ اہلِ مکہ نے آپؐ سے اجنبیت اور دوری اختیار کرلی۔ اُن چند لوگوں کے سوا جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے چنا تھا اور وہ آپؐ پر ایمان لے آئے تھے باقی تمام قوم آپ کی مخالفت میں یک زبان ہو گئی۔ لیکن ایسے لوگ جو آپ پر ایمان لائے تھے ابھی تعداد میں تھوڑے تھے اور چھپے ہوئے تھے۔ قابلِ ذکر بااثر سرداروں میں صرف ایک ابو طالب کی شخصیت ایسی تھی کہ انھوں نے آپ پر مہربانی کی اور آپ کی ہر طرح سے حفاظت اور مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ نبی ﷺ، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے احکام علی الاعلان بیان کرتے۔ آپؐ کے ارادے، عزم اور حوصلے کا یہ عالم تھا کہ کوئی چیز بھی آپؐ کو اپنے کام سے ہٹا نہیں سکتی تھی اور نہ اس راستے میں رکاوٹ بن سکتی تھی [ابن ہشام صفحہ ۲۹۰]

۲۷ جسے غلطی سے محاصرۂ شعب ابی طالب سے جانا جاتا ہے

پانچویں سال میں وہ غلام اور لونڈیاں بے طرح ستائے گئے جو نبی ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ چھٹے سال کے آغاز سے ہی صورتِ حال یہ تھی کہ قریش کے قبائل ایک دوسرے کو ان افراد کے خلاف ابھار رہے تھے جو نبی ﷺ پر ایمان لاکر مسلمان ہو گئے تھے، یہ بیش تر افراد قریش کے ہی مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ چناں چہ ہر قبیلہ اپنے مسلمان افراد کے خلاف کمر بستہ ہو گیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو دین سے ہٹانے کی تدابیر سوچنی شروع کر دیں اور تکالیف پہنچانے، ایذائیں دینے لگے، مگر نبی ﷺ ابو طالب کی وجہ سے قریش کے ظلم و ستم سے محفوظ تھے۔ جب ابو طالب نے دیکھا کہ تمام قریش بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف کاروائیاں کرنے میں متحد ہو گئے ہیں تو وہ بھی سینہ تان کر نبی ﷺ کی حفاظت اور امداد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، یہی قبیلے کے ایک اعلیٰ ظرف اور بہادر سردار سے اُس وقت کی رائج ثقافت میں توقع کی جاتی تھی کہ اپنے قبیلے کے فرد فرد کی وہ حفاظت کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر؛ اس مقصد کے لیے انھوں نے بنی ہاشم کے سارے مَردوں کو جمع کیا تاکہ تمام لوگ نبی ﷺ کی حفاظت کے معاملے میں متحد و یک خیال ہو جائیں۔ ان کی دعوت پر تمام بنو ہاشم ان کے پاس جمع ہوئے لیکن ابو لہب اُن میں شامل نہیں ہوا۔ تمام لوگوں نے ابو طالب کی بات سے اتفاق کیا اور اس کو قبول کر کے ان کے ساتھ ہو گئے۔

ابو طالب نے رواج کے مطابق اپنے قبیلے کی تعریف میں اشعار کہنے شروع کیے، جس میں اُنھیں پرانے واقعات بھی یاد دلائے، نبی ﷺ کی عظمت اور فضیلت بیان کی اور اُن کا جو درجہ اور مرتبہ تھا اُس کو واضح کیا۔ مقصود یہ تھا کہ قبیلے کے سب لوگ اپنے اس ارادے میں مستقل مزاج رہیں اور اُن کا یہ فیصلہ وقتی اور جذباتی نہ ہو۔ بلکہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ محبت اور اخلاص سے رہیں۔ اِس حوالے سے کہے گئے ابو طالب کے اشعار میں سے چند کا ترجمہ ذیل میں دے رہے ہیں:

جب بنی عبد مناف میں اہلِ عزت و احترام کو چنا گیا

تو ان میں بلند مرتبے والے اور آگے آنے والے لوگ بنی ہاشم ہی کے تھے۔

اور جب کبھی بنی ہاشم نے اپنے آپ پر فخر کیا

تو اس کی جان، بلند مرتبہ اور منتخب شخصیت محمد ہی کی تھی۔

قریش کے تمام اچھے اور برے لوگوں نے

ایک دوسرے کو ہمارے خلاف ابھارا ہے۔

لیکن ان کو اس میں اِن کو کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔
بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کی متانت اور سنجیدگی ختم ہو گئی اور ان کی عقل ماری گئی ہے۔
ہماری ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ
ہم نے ظلم کو کبھی قایم نہیں رہنے دیا
اور جب بھی لوگوں نے فخر و تکبر کے باعث اکڑ دکھائی
تو ہم نے اُسے سیدھا کر دیا۔ [سیرۃ النبیؐ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۹۷]

ابو طالب کا مشہور قصیدہ

عرب معاشرے میں شاعری کو بڑا مقام حاصل تھا، عمدہ شاعری لوگوں کے دلوں کو اپنی جانب کھینچ لیتی تھی اور لوگوں تک اپنی بات پہنچانے اور اُن کو قائل کرنے کا موثر ترین ذریعہ تھی۔ ابو طالب نے جب اپنے قبیلے بنو ہاشم کو نبی اکرم محمد ﷺ کی حفاظت کے لیے پکارا اور اس کام کے لیے اپنی پشت پر متحد اور متفق پایا تو وہ انتہائی خوش اور شاد کام ہو گئے۔ اُن کے سامنے سارے قریش ہی نہیں پورے عرب کی جانب سے مخالفت کا ایک زبردست طوفان برپا تھا، اس کے مقابلے کے لیے، حالات کا تجزیہ لیے ہوئے اور اپنے عزائم اور اپنی پوزیشن کی وضاحت لیے ہوئے ایک قصیدہ کہا جو بہت مشہور ہوا جسے ابن ہشام نے رپورٹ کیا ہے۔ طوالت کے باعث یہ پورا قصیدہ تو نقل نہیں کیا جا سکتا، کامل مطالعے کے لیے تو قارئین کو ابنِ ہشام کا ہی مطالعہ کرنا چاہیے تاہم ہم یہاں اُس کے جستہ جستہ اشعار کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں جس سے دعوتِ محمدی ﷺ کے جواب میں بپا ہونے والی ہل چل اور خود ابو طالب کا اس دعوت کے بارے میں موقف سامنے آ سکے۔ آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے اس میں واشگاف طریقے سے اعلان کر دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کے دین کو نہیں چھوڑا ہے ہم اس پر جمے ہوئے ہیں۔ ہمارے بارے میں یہ شور و غل جھوٹا ہے کہ ہم نے محمدؐ کے دین کو قبول کر لیا ہے، تاہم ہم محمدؐ کی حفاظت سے دست بردار نہیں ہو سکتے یہ ہماری شجاعت اور قبیلے کی روایات کے خلاف ہے، ہم اُنھیں کسی قیمت پر کسی اور کے حوالے نہیں کریں گے، اُن پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے، خواہ اس کام میں خود ہلاک ہو جائیں۔

ابنِ ہشامؒ، سیرۃ النبیؐ میں اس قصیدے کو نقل کرتے ہوئے یہ تذکرہ بھی کرتے ہیں کہ اہلِ مدینہ پر ایک مرتبہ خشک سالی کی مصیبت پڑی اور لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں بارش کی دعا کی درخواست کے لیے حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر بارش کی دعا فرمائی، تھوڑی ہی دیر نہ گزری تھی کہ وہ موسلا دھار

بارش ہوئی کہ جس سے سارا مدینہ بے حد و حساب سیراب ہو گیا! یہاں تک کہ لوگوں کو ڈوبنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا اور لوگ آپؐ سے اس کے تھم جانے کی درخواست کرنے لگے، جس پر آپ نے دعا فرمائی: اللھم حوالینا ولا علینا یعنی اے اللہ ہماری بجائے مدینے کے اطراف میں بارش برسا۔ آپ کا یہ دعا فرمانا تھا کہ مدینے کے اوپر سے بادل چھٹ گئے اور شہر کے گردا گرد دائرے کی شکل میں برسنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر نبی ﷺ کو اپنے چچا یاد آ گئے اور فرمایا لو ادرک ابو طالب ھذا الیوم لسرّہ یعنی آج اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر خوش ہوتے۔ آپ کی یہ بات سن کر بعض صحابہ کرامؓ نے آپ سے کہا کہ کیا آپؐ کا اشارہ اُن کے مشہور قصیدے کے اس شعر کی جانب ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ [محمدؐ] ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے ذریعے سے بارش
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل طلب کی جاتی ہے، یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ گاہ

نبی اکرم ﷺ نے اثبات میں سر کی جنبش سے اس مشہور قصیدے کے شعر کی طرف اشارے کی توثیق کی۔ چناں چہ بڑا مناسب ہے کہ اس قصیدے کے کچھ اشعار کا ترجمہ تاریخ کے اُس دور کی حقیقی صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے نقل کر دیا جائے۔ یہ قصیدہ خود ابو طالب کی اپنی شخصیت گرامی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، اس کے مطالعے سے سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کس ثابت قدمی سے اسلام کے مقابلے میں اپنے باپ دادا کے دین پر قائم تھے اور ساتھ ہی وہ اپنے بھتیجے محمدؐ سے اپنی محبت کے اظہار میں کتنے بے باک تھے اور اُس کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کرنے اور دشمنوں کو تہس نہس کرنے کے لیے تیار تھے۔ مزید یہ کہ وہ اپنے بھتیجے کو سچا جانتے اور اُس کی دعوت کو حق سمجھتے تھے اور
صرف اس وجہ سے کہیں شرکیہ دین پر مرنے والے اُن کے باپ دادا اور بزرگوں پر لوگ گم راہی کا الزام نہ لگائیں وہ اپنا آبائی دین ترک کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ زندگی کے آخری لمحے میں اُن کے ذہن و خیال میں اِن متضاد خیالات میں سے کون سا خیال غالب رہا، ہم بہر حال یہ جانتے ہیں کہ اللہ ہم سے صرف ہمارے ایمان و اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔

جب میں نے دیکھا کہ میری قوم میں کسی قسم کی محبت و الفت باقی نہیں رہی
اور انھوں نے ہر طرح کے تعلقات اور رشتوں کو منقطع کر لیا ہے۔
تو پھر میں ایک لچک دار نیزہ اور آبا و اجداد سے ملی ایک چمک دار تلوار لے کر
بذاتِ خود اُن کے مقابلے پر آ گیا ہوں!

میں نے اپنی قوم اور اپنے بھائیوں کو بیت اللہ کے پاس جمع کیا
اور اُس کی سرخ دھاریوں والی چادروں [غلافِ کعبہ] کو پکڑ لیا
بیت اللہ کے عظیم الشان دروازے کے سامنے
جہاں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے حلف اُٹھانے والا قسم کھاتا ہے
میں اپنے قبیلے والوں اور رشتہ داروں کے سامنے کھڑا ہو گیا
میں ہر اُس شخص سے جو ہم پر ناجائز الزامات [۲۸] لگانے والا ہے
لوگوں کے رب کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔
اور ایسے کینہ پرور شخص سے
جو ہماری عیب جوئی کرتا ہے
اور ہمیں ایسے دین [۲۹] میں شمار کرتا ہے
جس کے بارے میں ہم نے تو کبھی سوچا بھی نہیں
ہمارے بارے میں اہلِ ظلم کی جھوٹی باتوں پر توجہ دی جاتی ہے
حالاں کہ اُن کی تو خواہش یہ ہے کہ ہم پر ترکی اور کابل تک کے دروازے بند کر دیں
بیت اللہ کی قسم!
تم نے غلط سوچا کہ ہم مکہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے
یہ محض تمھارے خیالی وسوسے ہیں
بیت اللہ کی قسم!
تمھارا یہ خیال بھی بالکل غلط ہے کہ
ہم محمد ﷺ کی حفاظت میں ناکام ہو کر تم سے شکست کھا جائیں گے
حالاں کہ ابھی تو ہم نے
نہ تلوار اُٹھائی ہے نہ نیزوں سے کام لیا ہے
نہ تیر اندازی کی ہے!
تمھارا یہ گمان بالکل غلط ہے کہ ہم محمد ﷺ کو تمھارے حوالے کر دیں گے

۲۸ باپ دادا کے شرکیہ دین کو چھوڑنے کا اور نیا دین قبول کرنے کا الزام
۲۹ دینِ محمد ﷺ میں

نہیں یہ کبھی نہیں ہو گا، ہر گز نہیں ہو گا
ہم تو اپنے اہل و عیال کو بھول کر
چاروں طرف سے محمدؐ کی حفاظت کریں گے
اللہ کی بقا کی قسم!
اگر وہ ہوا، جس کا مجھے خوف و خیال [30] آتا ہے
تو جان لو
تمھارے بڑے بڑے لوگوں کو ہماری تلواریں اپنا زیور بنا لیں گی۔
وہ تو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ
اُس کے حوالے سے بارش کی دعائیں مانگی جاتی ہیں [31]
یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ گاہ
بنی ہاشم کے مفلس اور غریب لوگ
اُس کے پاس پناہ حاصل کرتے ہیں
وہاں پر اُنھیں تمام نعمتیں ملتی ہیں
اور بلند مرتبے حاصل ہوتے ہیں
اے عمرِ رفتہ کی قسم!
میں تو محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کی محبت میں
ایسے گرفتار ہوں
جیسا کہ دائمی محبت کرنے والے ہوتے ہیں
وہ بردبار ہے
سیدھی راہ پر چلنے والا
منصف مزاج اور نہ جلد بازی کرنے والا
اُس کے تعلقات ایسے معبود سے ہیں کہ جو اُس سے غافل نہیں ہے

۳۰ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قتل کر دو۔

۳۱ اشارہ ہے ابو طالب کا خود اپنی ایک دعا کی جانب جو بیت اللہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھڑا کر کے قحط میں، بارش کے لیے مانگی تھی، جب آپ بہت کم عمر تھے، اور فوراً بارش ہو گئی تھی۔

واللہ اگر میری وجہ سے لوگوں کے مجمعوں میں
ہمارے بزرگوں پر گمراہی کے الزام کا خوف نہ ہوتا
اور اُن پر گالیاں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا
تو ہم یقیناً اُس کی پیروی کرتے
چاہے زمانہ کچھ ہی کہتا
یہ بات میں مذاق کے طور پر یا دل لگی کے طور پر نہیں کہہ رہا!
ایک حقیقت ہے صاف، جس کو بیان کر رہا ہوں!
اس حقیقت کو سب جانتے ہیں کہ
ہمارے لڑکے [محمدؐ] پر جھوٹ کا الزام لگانے والے ہم میں سے نہیں ہیں
اور جو اُس کو جھوٹا کہیں،
وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ
اُن کی بات پر کوئی توجہ دی جائے [سیرۃ النبی، ابن ہشام]

جب مشرکین قریش اپنے مسلمان رشتہ داروں کے محافظ بن گئے

بنی مخزوم کے چند اصحاب ہشام بن الولید بن المغیرہ کے پاس اس مقصد سے گئے کہ اُن نوجوانوں کو گرفتار کرنے کی اجازت حاصل کرسکیں جنھوں نے محمد ﷺ کی دعوت پر لبیک کہی ہے۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب ہشام بن الولید کے بھائی ولیدؓ بن الولید بن المغیرہ اہلِ اسلام میں شامل ہو چکا تھا اور ان کے علاوہ اِن نوجوانوں میں [جنھیں وہ لوگ گرفتار کرنا چاہتے تھے] سلمہ بن ہشامؓ اور عیاش بن ابی ربیعہ بھی شامل تھے۔ جب وہ لوگ ہشام بن ولید کے پاس پہنچے تو بات کرنے سے قبل ہی اس کے غصے اور بدمزاجی کی وجہ سے ڈر گئے، بات صاف نہ کی اور صرف یہ کہا کہ ہم ان نوجوانوں کو جنھوں نے نیا دین ایجاد کر لیا ہے ذرا لعنت ملامت اور تنبیہ کرنا چاہتے ہیں، کیوں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ دوسرے لڑکے بالے بھی اس سے متاثر ہو کر اس نئے دین کو قبول کرلیں گے۔ ہشام بن ولید بات سمجھ گیا اور کہا کہ یہ کام تو تمھارا ہے کہ تم انھیں لعنت ملامت کرو یا تنبیہ کرو لیکن اتنا جان لو کہ اگر میرے بھائی کو کچھ ہو گیا [یعنی تم نے اُسے مار ڈالا] تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا، اُس سے معاملہ کرتے ہوئے اِس بات کو یاد رکھنا۔ اس کے ساتھ اس نے فی البدیہہ یہ شعر بھی پڑھا:

خبردار رہو! میرے بھائی عمیس کو قتل نہ کرنا ورنہ پھر ہمارے درمیان ہمیشہ عداوت اور دشمنی رہے گی۔

اس کے بعد اُس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر تم اس کو قتل کرو گے تو اس کے نتیجے اور انتقام میں تمھارے بہترین شخص کو میں قتل کر دوں گا۔ یہ سن کر لوگوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے اور پلٹ آئے اور یک زبان بولے اللہ کا اس پر غضب ٹوٹے، اس کے مقابلے کی کون ہمت کرے گا؟ اگر ہمارے ہاتھوں اس کا بھائی مارا گیا تو یہ یقیناً ہمارے بہترین آدمی کو قتل کر دے گا۔

قارئین کو یاد ہو گا کہ ابو جہل نے محمد ﷺ کو ایذا پہنچانے کی غلطی کی تھی، جس کے نتیجے میں نہ صرف حمزہؓ نے ابو جہل کا سر پھاڑ دیا تھا بلکہ خود ایمان بھی لے آئے تھے۔ بنو اسماعیل کی یہ خاندانی اور قبائلی حمیت ہی تھی کہ جس نے نبی ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ میں عین دشمنانِ دین اور علم بردارانِ شرک کے درمیان زندہ رہنے کا حق دیا تھا، ابو طالب نے اپنے بھتیجےؐ کی بھرپور حمایت و حفاظت کی تھی۔ نہ صرف اپنے بھتیجے بلکہ اپنی بہن [جو بنو مخزوم میں بیاہی تھیں] کے بیٹے ابو سلمہ کو بھی، جب وہ حبشہ کی ہجرتِ اولیٰ سے واپس آئے اور پناہ کے طالب تھے تو اُن کو بھی اپنی پناہ اور حفاظت میں لینے کا اعلان کر دیا۔ بنو مخزوم اس پر ناراض ہوئے اور ابو طالب سے تکرار کرنے لگے تو ابو لہب جیسے اللہ کے دشمن کی قبائلی حمیت جوش میں آگئی کہ ابو لہب خود ابو طالب کا بھائی اور اُن ہی کی طرح ابو سلمہؓ کا ماموں تھا، وہ بنو مخزوم پر بگڑ گیا اور کہا: تم شیخ سے زیادتی کرتے ہوا گر تم نے رویہ نہ بدلا تو میں بھی اِن کے ساتھ ہو جاؤں گا۔

بنو اسرائیل کے تمدن میں اس نوعیت کی خاندانی اور قبائلی حمیت کا نام و نشان نہ تھا جس کی وجہ سے عیسیٰؑ اور یحیٰؑ کو اس نوع کی حفاظت اور عافیت میسر نہ آسکی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت، منصوبہ بندی اور انتظام تھا کہ آخری نبی، بنو اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل میں آیا تھا جہاں حفاظت کا یہ نظام موجود تھا تاکہ اللہ اپنے دین کو اپنے نبیؐ کے ذریعے سارے ادیانِ باطلہ پر غالب کر دکھائے اور اس معاملے میں زمین اور آسمان کی ہر چیز مدد کرے۔ نبی ﷺ کے معاملے میں بدنصیب ابو لہب نے اسی حمیت تک کا خیال نہ کیا تھا بلکہ اُلٹا دشمنی اور عداوت میں ساری روایات اور اخلاقی حدود کو پھلانگ گیا تھا، جس کی بنا پر اُس کی مذمت میں سُوْرَةُ اللَّهَب نازل ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کی حرم میں روزانہ تلاوت

نبی ﷺ کوہِ صفا پر اعلانِ عام کے بعد سے مستقل روزانہ صبح و شام حرم میں اعلانیہ نماز ادا کرتے اور اُس میں آواز کے ساتھ قرآن کی آیات تلاوت فرماتے، آپ اس کام پر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی جانب سے مامور تھے اور یہ تلاوتِ آیات آپ کے بنیادی فرائضِ نبوت میں شامل تھی۔ ابو جہل نے آپؐ کو نماز ادا کرنے

سے منع بھی کیا تھا اور حالتِ سجدہ میں آپ کی گردن کو اپنے پیر سے مسلنے کی اعلانیہ دھمکی بھی دی تھی اور ایک موقع پر پتھر بھی اُٹھا لایا تھا کہ آپؐ کا سر کچل دے لیکن آپؐ اُس خالق و مالک کی حفاظت میں تھے جس نے آپؐ کو نبی مبعوث کیا تھا، وہ اپنے ارادوں کو کبھی عملی جامہ نہ پہنا سکا کیوں کہ جبریلِ امین آپؐ کی حفاظت پر مامور تھے، اِن دونوں واقعات کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ کفار مکہ کی کوشش ہوتی تھی کہ لوگ آپؐ سے دور رہیں اور کسی کو آپ کی تلاوت نہ سننے دیں۔ مگر ساتھ ہی دوسروں سے آنکھیں بچا کر کعبے کے پردوں میں چھپ کر یا دور بیٹھ کر [گویا نہیں سن رہے] مگر کان لگا کر غور سے سنتے بھی تھے۔

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں [۳۲] کہ مکی دور میں جب رسول اللہ ﷺ [یا دوسرے صحابہ کرامؓ] دورانِ نماز بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرتے تو کفار شور مچانے لگتے اور احتجاج کرتے بسا اوقات گالیاں بھی دیتے تھے۔ اس پر یہ ہدایت نازل ہوئی:

> وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو .....بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡل ۱۷: ۱۱۰

اس ہدایت کی رو سے قرآنِ کریم اتنے زور سے پڑھنے سے منع کیا گیا کہ کفار کو فتنہ پروری کا موقع ملے، اور نہ اتنا آہستہ کہ کفار میں سے جو لوگ سننا چاہیں وہ محروم رہ جائیں۔ سید مودودیؒ کہتے ہیں کہ: یہ حکم صرف انھی حالات کے لیے تھا۔ مدینے میں جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔ البتہ جب کبھی مسلمانوں کو مکے جیسے حالات سے دوچار ہونا پڑے، انھیں اسی ہدایت کے مطابق عمل کرنا چاہیے [۳۳]۔ غالباً اس ہدایت کی پابندی کا مطلب یہ ہے کہ جب اور جہاں جیسی ضرورت ہو اللہ کی رضا کو پیشِ نظر رکھ کر اُتنی ہی مطلوب مناسب آواز سے پڑھا جائے۔ البتہ تمام طرح کے حالات میں مناسب ترین طریقہ وہی ہے جو قرآن کے الفاظ سے ملتا ہے کہ نہ بہت بلند اور نہ بہت آہستہ۔

---

۳۲ بحوالہ تفہیم القرآن سُوۡرَۃُ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡل حاشیہ ۱۲۴۔

۳۳ دیکھیے تفہیم القرآن سُوۡرَۃُ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡل حاشیہ ۱۲۴۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اپنے مضمون اور مکے کے حالات سے مناسبت کے لحاظ سے اس آیۃ کا محل پانچواں یا چھٹا سالِ نبوت ہی متعین ہوتا ہے، مگر ہم حکمِ الٰہی کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے اِس کو بارہویں سال میں نازل ہونے والی سُوۡرَۃُ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡل میں درج پاتے ہیں۔

کسی صحابی کی حرم میں پہلی باآوازِ بلند تلاوت

ابنِ ہشام، ابنِ اسحاقؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلا شخص جس نے نبی ﷺ کے بعد مکہ میں باآوازِ بلند قرآن کی تلاوت کی وہ عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ اس واقعے کو وہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک روز مکہ میں نبی ﷺ کے اصحاب جمع تھے اور انھوں نے آپس میں گفتگو کی کہ آج تک ہم میں سے کسی نے قریش کو اُن کے سامنے بلند آواز سے قرآن مجید نہیں سنایا۔ کوئی ایسا شخص ہو جو ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ عبداللہ بن مسعودؓ بولے کہ یہ کام میں انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ مگر صحابہ کرامؓ اس بات پر مطمئن نہ تھے، انھوں نے کہا کہ تمھارے بارے میں ہمیں قریش کی جانب سے زیادتی کا خطرہ ہے کیوں کہ تمھارا قبیلہ چھوٹا ہے اور آپ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اس کام کے لیے تو کوئی ایسا شخص ہو جس کا قبیلہ بڑا اور مضبوط ہو تا کہ اُس کے ڈر سے قریش اُس پر ہاتھ نہ اُٹھا سکیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ اُن کا بھروسہ تو صرف اللہ پر ہے، اس لیے یہ کام تم لوگ مجھے کرنے دو۔ چناں چہ دوسرے روز عبداللہ بن مسعودؓ مقامِ ابراہیم کے پاس اس وقت آئے جب قریش کے تقریباً تمام لوگ اپنی اپنی مجالس میں محوِ گفتگو تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے باآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی، پہلے تو قریش نہ سمجھ پائے اور غور سے سنا کہ کیا کہا جا رہا ہے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ ابنِ اُمِّ عبد کیا کہہ رہا ہے؟ پھر ایک شخص چیخا کہ یہ تو وہی کلام پڑھ رہا ہے جو محمدؐ لایا ہے۔ چناں چہ وہ سب اُٹھے اور آپ کو مارنے پر پل پڑے۔ وہ سب گالیاں دیتے جاتے اور عبداللہ بن مسعودؓ کے منہ پر مار رہے تھے۔ لیکن وہ استقامت سے تلاوت کرتے رہے اور جہاں تک تلاوت کا ارادہ کیا تھا وہاں تک مکمل کی۔ جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے تو اُن کا چہرہ خون خون تھا۔ دوستوں نے کہا ہمیں تمھارے بارے میں اسی بات کا اندیشہ تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ قریش میری نظر میں آج جتنے ذلیل ورسوا ہوئے اتنے کبھی نہ ہوئے تھے۔ اگر تم کہو تو میں کل پھر تلاوت کے لیے تیار ہوں، دوستوں نے جواب دیا، جانے دو تم نے اُن کے کانوں کو وہ باتیں سنا دیں جو وہ ناپسند کرتے اور نہ سننا چاہتے تھے۔

☆☆☆☆☆